مولانا قاضی عبدالہادی رستمی اپنی خدمات اور افکار کے آئینے میں: ایک تحقیقی جائزہ

Molana Qazi Adul Hadi Rustami from perspective of his services and thoughts: a research study

ڈاکٹر محمد نعیم*

ڈاکٹر محمد زبیر**

Abstract

Islam encourages every step that is taken for the prosperity of human beings. It emphasizes on the utilization of skills to serve others. Achievement of this goal depends on the acquisition of knowledge. All the Prophets who were sent by Allah almighty educated the people and showed them the straight path. The last Prophet particularly focused on education and told that he had been sent as a teacher to fulfill the good morality. After the Holy Prophet (s.a.w), this duty was accomplished by his religious successors for whom the Prophet described the great virtues. Like in the other parts of the world, Pakistan is rich in the aspect of having a considerable number of Islamic scholars who extended services to society on different horizons. They established the religious institutes and took part in the freedom movements. They struggled to stabilize the contact of common men with religion. In the existence of Pakistan, there is a tremendous role of Ulama. One prominent name in the sophisticated list of Ulama is, Molana Qazi Abdul Hadi who belonged to Rustam, Mardan Khyber Pukhtunkhwa. He was a noble religious scholar, an impressive writer and a dynamic social worker of his time. He spent his life performing different religious responsibilities. His vision, as is manifested in his lectures and writings, is very broad and progressive. The crux of his thoughts is the unity of Muslim Ummah and the resolution of religious conflicts of subtypes. In this article, an attempt has done to explore the thoughts and services of the subject personality which shall be a productive addition to the research. The methodology acquired for this research is analytical and inductive.

Key Words: Prosperity, morality, successors, religious responsibilities

---

* اسسٹنٹ پروفیسر اسلامیات عبدالولی خان یونیورسٹی مردان

** اسسٹنٹ پروفیسر اسلامیات عبدالولی خان یونیورسٹی مردان

اسلام اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک برحق دین اور کامل نظام حیات ہے۔ اس کی حقانیت کی واضح دلیل یہ ہے کہ چودہ سو سال گذرنے کے باوجود اس کی تعلیمات ہر قسم تحریف و ترمیم سے محفوظ ہیں۔ جو انسانی زندگی کے تمام جہات کا احاطہ کرتا ہے اور ہر زمانے کی ضروریات کی تکمیل کرتا ہے۔ یہ دین ہر ایسے عمل کی تائید اور حوصلہ افزائی کرتا ہے جو کسی نہ کسی طرح مخلوق کی فلاح کا موجب ہو۔ بنی نوع انسان کو اپنی دعوت کا محور بناتا ہے اور اسے تاکید کرتا ہے کہ ودیعت کردہ صلاحیتوں کو اجاگر کر کے انہیں کارآمد اور مفید کاموں میں صرف کرے۔ اس مقصد کا حصول علم کی مرہون منت ہے جو انسان کی زینت اور اس کے پاس تسخیر کائنات کا بڑا ہتھیار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علم حاصل کرنے کی ترغیب دی گئی ہے اور ابتدائی وحی میں اس کا حکم دیا گیا، ارشاد خداوندی ہے:

''اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ - خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ - اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ - الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ - عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ[1]۔''

"پڑھو اپنے پرودگار کے نام سے جس نے پیدا کیا، انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا، پڑھو تیرا رب بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعے سکھایا، انسان کو وہ کچھ سکھایا جس کو وہ نہیں جانتا تھا"۔

اہل علم کو بڑی قدر و منزلت دی گئی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ[2]''

"کہہ دو کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہو سکتے ہیں"۔

انبیاء کرام علیہم السلام کا سلسلہ انسان کی ابتدائے آفرینش سے جاری رہا اور رسول اللہ ﷺ پر مکمل ہوا جس سے مقصود انسانوں کے لیے علم و عرفان اور رشد و ہدایت کے دریچے کھولنا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بعثت کا مقصد انسانوں کی علمی اور اخلاقی تربیت کرنا بیان کیا ہے۔ ارشاد فرمایا: انما بعثت معلماً لاتمم مکارم الاخلاق [3] آپ ﷺ کے بعد مخلوق کی رشد و ہدایت کا یہ فریضہ آپؐ کے جانشینوں نے ادا کیا۔ جن کی ابتداء صحابہ کرامؓ کی مقدس جماعت سے ہوئی اور ان کے بعد ہر دور کے علماء نے اس ذمہ داری کو نبھایا۔ چوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تاقیامت ساری انسانیت کے لیے تھی اس لیے دنیا کے طول و عرض میں دین اسلام کے داعی پیدا ہوئے جنہوں نے وراثت نبوی کا حق ادا کرتے ہوئے دین کی نشرواشاعت میں اپنی مساعی بروئے کار لائے۔ بلاد عرب کی طرح عجم میں ہزاروں علماء پیدا ہوئے جس میں مملکت خداداد پاکستان کو بھی یہ اعزاز حاصل ہے کہ اس کی آغوش میں بڑے بڑے اہل علم اور مشائخ پیدا ہوئے۔ اس ملک کی تشکیل میں علماء کی خدمات کو فراموش نہیں کیا جا سکتا چنانچہ یہ طبقہ ملکی تاریخ کا ایک روشن باب اور قیمتی اثاثہ ہے۔

اسی سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی خیبر پختونخوا کے ایک مردم خیز علاقے رستم سے تعلق رکھنے والے مولانا قاضی عبد الہادی رستمیؒ بھی ہیں جو اپنی گمنامی کی پنہائیوں میں مستور ایک مقتدر عالم دین ہیں۔ قاضی صاحب کی زندگی پون صدی سے متجاوز ہے جس کے اندر انہوں دین متین کی متعدد جہتوں سے خدمت کی ہے۔ وعظ وارشاد سے لے کر تصنیف و تالیف تک اور سماجی دائرہ سے لے کر ملکی سطح تک عوامی فلاح اور وحدت امت تک آپ کی زندگی کی روشن جہتیں موجود ہیں۔ آپ بیک وقت ایک عالم، مدرس، واعظ، مبلغ اور مصلح تھے۔ انہوں نے تفسیر، فقہ، سیرت، ادب اور حدیث کے فن میں نادر تصانیف مرتب کیں۔ بالخصوص تفسیر اور فقہ آپ کی دلچسپی کے میدان رہے ہیں۔ آپؒ کی خدمات اور افکار پر قلم اٹھانے کی ضرورت اس لیے محسوس ہوئی کہ ایک جید عالم اور دانشور ہونے کے باوجود ان کی زندگی کے مذکورہ پہلو لوگوں سے پوشیدہ ہیں۔ مزید برآں آپ کے فکری زاویے اُمت کے لیے مثبت رہنمائی کا سامان فراہم کرسکتے ہیں جس کے ذریعے اُمت کے فکری اور سماجی تشتت کا حل تلاش کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ اس حوالے سے مذکورہ کام ایک مفید علمی اضافہ ثابت ہوگا اور اس پر مزید تحقیق کرنے کی گنجائش پیدا ہوگی۔ زیر نظر تحقیقی مضمون تین بنیادی مباحث پر مشتمل ہے۔ پہلے مبحث میں آپؒ کے سوانح حیات، دوسرے میں مختلف الجہت خدمات اور تیسرے میں آپؒ کے افکار سے متعلق معلومات کو ترتیب دینے کے لیے استقرائی اور وصفی معیاری منہج اپنایا گیا ہے۔

قاضی صاحب کے سوانح حیات

قاضی صاحب کی عمر پون صدی سے متجاوز ہے جو مختلف النوع تجربات سے بھرپور ایک مفصل دستاویز ہے۔ انہوں نے زمانے کے نشیب و فراز کا مشاہدہ کیا اور ہر قسم کے حالات سے گذرے۔ آپ ایک اصول پرست، خداترس، نمود و شہرت سے بیزار اور نظم وضبط پر قائم صاحب علم تھے۔ آپ کی زندگی اپنے اندر نئی نسل کے لیے کئی قابل عمل پہلو رکھتی ہے۔ ذیل میں قاضی صاحب کے سوانح کے چیدہ چیدہ نکات ذکر کیے جاتے ہیں۔

نام و نسب

آپؒ کا پورا نام عبد الہادی، والد کا نام مولوی غلام محبوب، دادا کا نام علی اصغر اور پردادا کا نام خواجہ نور ہے۔ عوام میں آپ ''قاضی صاحب'' اور ''مچی استاد'' کے نام سے معروف تھے جب کہ اہل علم کے ہاں ''شیخ صاحب'' کے لقب سے پکارے جاتے تھے۔ آپ مردان ڈویژن کے شمال مشرق میں واقع علاقہ سدھوم کے ایک گاؤں مچی محلہ بربوکی میں یکم جولائی ۱۹۳۲ء بمطابق ۱۳۵۲ھ پیدا ہوئے۔[4]

تعلیم و تربیت

حسب معمول قاضی صاحب نے ابتدائی تعلیم گورنمنٹ پرائمری سکول مچی سے حاصل کی اور میٹرک کا امتحان گورنمنٹ ہائی سکول رستم سے پاس کیا۔ عصری تعلیم کے ساتھ ساتھ آپ نے دینی تعلیم بھی جاری رکھی جس کا سہرا آپ کے ننھیال کے سر ہے جہاں اس وقت بڑے بڑے اہل علم موجود تھے جن میں مولوی عبدالحنان اور مولوی عبدالمنان کے نام نمایاں ہیں۔ یہ دونوں حضرات ہند کے معروف درس گاہ میرٹھ کے فارغ التحصیل تھے جن سے قاضی صاحب نے صرف ونحو، منطق، حکمت، اور فقہ کی مبادی کتب پڑھیں۔ یہاں سے آپ موضع نواں کلی (نودیہہ) جو رستم کے مضافات میں مردان روڈ پر واقع ایک چھوٹی سی بستی ہے، تشریف لے گئے۔ اس گاؤں میں آپ کے خاندان کے چند بزرگ رہائش پذیر تھے جن میں قاضی عبدالرؤف، قاضی غلام جیلانی، اور قاضی فدا محمد کے نام شامل ہیں۔ یہ تینوں آپس میں بھائی تھے جن میں اول الذکر والی سوات کے عہد میں مجلس قضاء کے رکن تھے اور اپنی پارسائی کی وجہ سے "بزرگ بابا" کے نام سے مشہور تھے۔ ان سے قاضی صاحب نے قرآن مجید کی تفسیر، مشکوۃ اور فقہ حنفی کی مشہور کتاب "الہدایہ" مکمل پڑھی۔ قاضی غلام جیلانی سے آپ نے فارسی کی کتابیں پڑھیں۔ مؤخر الذکر قاضی فدا محمد جو آپ کے سسر بھی ہیں سے انہوں نے فقہ اور اصول فقہ کا درس لیا۔[5]

علمی اسفار

قاضی صاحب کے سوانح سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے ملک کے طول وعرض میں اپنی علمی تشنگی بجھانے کی خاطر طویل اور صبر آزما سفر طے کیے جس کی تفصیل ذیل کی سطور میں دی گئی ہے۔[6]

غورغشتی ضلع اٹک میں قیام

نواں کلی رستم میں اسباق کی تکمیل کے بعد اپنے اساتذہ کے حسب مشاورت قاضی صاحبؒ غورغشتی ضلع اٹک تشریف لے گئے جہاں پر عظیم محدث سید نصیر الدین غورغشتویؒ سے موقوف علیہ کا دورہ مکمل کیا۔ یہ سن ۱۹۴۷ کا واقعہ ہے۔[7]

اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ میں قیام

اس کے بعد ۱۹۵۱ء میں خیبر پختونخوا کی مشہور درس گاہ دارالعلوم حقانیہ کے مؤسس مولانا عبدالحق صاحب نوراللہ مرقدہ کے ہاں اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ تشریف لے گئے جن سے درس نظامی کی بعض کتب پڑھیں۔ یہ اس دور کی بات ہے جب دارالعلوم حقانیہ کی بنیاد رکھی گئی تھی تاہم اس کے اندر باقاعدہ درس کا آغاز نہیں ہوا تھا اور مولانا عبدالحقؒ ایک مقامی مسجد میں درس دیا کرتے تھے۔[8]

شاہ منصور ضلع صوابی میں قیام

آپ کے علمی اسفار میں شاہ منصور کا قیام بہت اہمیت رکھتا ہے۔ آپ نے شیخ عبد الہادی المعروف شاہ منصور باباجیؒ سے قرآن مجید کا ترجمہ اور تفسیر پڑھنے کی سعادت چار مرتبہ حاصل کی۔ ۱۹۵۴ء سے لے کر ۱۹۵۸ء تک مسلسل شاہ منصور گاؤں کی قدیم مسجد آپ کی قیام گاہ رہی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے قرآنی دروس میں شیخ شاہ منصور باباجیؒ کے تفسیری افادات کی چاشنی نظر آتی ہے۔ ترجمہ و تفسیر کے ساتھ باباجیؒ سے موقوف علیہ کا دورہ بھی مکمل کیا۔[9]

نیک نام ضلع صوابی میں قیام

گاؤں نیک نام یار حسین کے ایک جید فقہی عالم قاضی صاحب مغل کوٹ سے دوبارہ ہدایہ کا درس لیا۔ آپ کی ذہانت کا یہ عالم تھا کہ جوں ہی آپ اپنے استاد سے سبق پڑھ لیتے اسی وقت دیگر ہم جماعت طلبہ کو پڑھاتے۔ اس کے بعد آپ نے طلب علم کا سلسلہ برابر جاری رکھا اور نیک نام ہی سے آپ ڈاگئی صوابی آکر مظاہر العلوم میں مولانا حمد اللہ صاحب ڈاگئی باباجی سے حدیث اور منطق کی کتابیں پڑھتے تھے۔ یوں آپ نے حدیث کی منتہی کتب دوبار مختلف اساتذہ سے پڑھیں اور حدیث کی اجازت کی دوسندیں آپ کے پاس موجود تھیں۔[10]

روحانی بیعت و تعلق

طالب علمی کے زمانے سے آپ ذکر و شغل سے دل لگی رکھتے تھے۔ اپنے دور کے بڑے مشائخ کی محفلوں میں جاکر ان سے روحانی استفادہ کرتے تھے۔ جن بزرگوں سے آپ کا روحانی تعلق ثابت ہے ان میں الہ ڈنڈ مالاکنڈ ایجنسی سے تعلق رکھنے والے سلسلہ قادریہ کے شیخ مولانا احمد صاحبؒ المعروف "الہ ڈنڈ باباجی" نمایاں شخصیت ہے۔ آپؒ نے اسی سلسلہ کے تمام اسباق مکمل کیے اور آخر دم تک اس کے ساتھ وابستہ رہے۔ آپ کا تعلق حاجی ترنگزیؒ اور ان کے خلیفہ پلوڈھنڈ فقیر صاحبؒ سے بھی رہا تاہم ان سے بیعت ہونے کا ثبوت موجود نہیں ہے۔ مولانا نصیر الدین غورغشتی اور مولانا شمس الہادی صاحبؒ شاہ منصوری سے بھی اصلاحی تعلق ثابت ہے۔[11]

ازدواج

آپؒ سن ۱۹۶۰ء میں رشتہ ازدواج میں منسلک ہوگئے اور قاضی فدا محمدؒ کی دختر جو ایک عالمہ زاہدہ خاتون تھیں، سے شادی ہوئی۔ جو اپنے تایا سے مشکوٰۃ، ترجمہ قرآن مجید اور فقہ کی کتابیں پڑھ چکی تھیں۔ قاضی صاحب اپنے اہل خانہ سمیت نواں کلی سے نیک نامی گاؤں یار حسین تشریف لے گئے۔ وہاں پر امامت کے ساتھ ساتھ روزانہ درس قرآن کا سلسلہ شروع کیا۔[12]

نواں کلی رستم میں دوبارہ قیام

مورخہ ۲۹ فروری ۱۹۶۶ء کو آپ اپنے گھر بار سمیت موضع نواں کلی رستم دوبارہ تشریف لے آئے۔ یہاں پر ایک مسجد میں امامت کے فرائض سنبھال لیے اور عوام کو قرآن مجید کا ترجمہ پڑھانا شروع کیا۔ یہ درس اس سلسلہ کی کڑی تھی جس کا آغاز قاضی عبدالرؤفؒ نے کیا تھا اور جو اس کی وفات کے بعد منقطع ہو چکا تھا۔ تادمِ مرگ آپؒ کا قیام اسی گاؤں میں رہا۔ جہاں پر آپ نے "فتح العلوم" کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا جہاں پر قرآن مجید کی درس وتدریس کا سلسلہ اب بھی جاری وساری ہے اوراس چشمہ صافی سے علاقہ بھر کے لوگ سیراب ہورہے ہیں۔ جس کی نگرانی قاضی صاحب کے بڑے فرزند اورآپؒ کے علمی جانشین جناب قاضی فتح الباریؒ فرمارہے ہیں۔[13]

انڈیا کا سفر

خانگی ضرورت کی بنا پر آپ انڈیا بھی گئے جہاں پر چھ ماہ قیام کیا۔ اس دوران آپ ہند کے چوٹی کے علماء جن میں سید حسین احمد مدنیؒ، مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ، مفتی کفایت اللہؒ اور مولانا محمد زکریاؒ شامل ہیں سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔

قاضی صاحب ایک مستند عالم ہونے کے ساتھ کئی فنون میں مہارت رکھتے تھے۔ آپ نے ۱۹۶۱ء میں Bradford Medical College سے ہومیوپیتھک کی سند حاصل کی۔ اسی طرح دعوۃ اکیڈیمی اور شریعہ اکیڈیمی اسلام آباد سے بالترتیب قرآن مجید کی تفسیر اور اسلامی قانون میں سندات حاصل کیے۔ ۱۹۷۲ء میں دارالقراء والحفاظ مردان سے تجوید کا کورس پاس کیا۔[14]

اولاد

قاضی صاحب کو اللہ تعالیٰ نے چار بیٹوں اور دو بیٹیوں سے نوازا۔ بیٹوں میں قاضی فتح الباری، قاضی عتیق الرحمن، قاضی حفظ الرحمن اور قاضی ثمین احمد کے نام شامل ہیں جو بحمد اللہ سب بقید حیات ہیں اور مختلف سرکاری محکموں میں فرائض سنبھالے ہوئے ہیں۔[15]

وفات

آپؒ ۹ دسمبر ۲۰۱۰ء کو بمطابق ۳ محرم الحرام ۱۴۳۲ھ بروز جمعرات وفات پاگئے اور مقبرہ قاضیان نواں کلی رستم میں دفن ہوئے۔[16]

خدمات

قاضی صاحب کی خدمات کا سلسلہ متنوع ہے جن میں دینی، سماجی، اصلاحی اور دعوتی جہات شامل ہیں ۔ذیل کے پیرائے میں ان کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے۔

تصنیفی خدمات

قاضی صاحب ایک کثیر التصانیف عالم ہیں۔ انہوں نے مختلف موضوعات مثلاً تفسیر، سیرت، فقہ اور ادب میں گرانقدر تصانیف چھوڑیں۔ آپ کے قلمی جواہر پاروں کی تفصیل اس طرح ہے:

تفسیر

قرآن مجید کا ترجمہ و تفسیر آپ کا دلچسپ موضوع ہے۔ آپ نے قرآن مجید کے مشکل عبارات اور تراکیب کا آسان پشتو زبان میں ترجمہ کیا ہے۔ اور حاشیہ پر ضروری حواشی درج کی ہیں۔ سلسلہ درس قرآن مطبوعہ درس قرآن بورڈ ادارہ اصلاح و تبلیغ لاہور کے نسخوں کے ہوامش پر آپ نے تفسیری افادات مرتب کئے ہیں جو باریک قلم سے لکھے گئے مفید نکات اور قدیم تفاسیر کا نچوڑ ہیں۔ عربی زبان میں اصول القرآن الکریم لتسھیل الکتاب العزیز الحکیم کے نام سے ایک کتابچہ مرتب کیا ہے جو ۵۵ صفحات پر مشتمل ایک غیر مطبوعہ قلمی نسخہ ہے۔ یہ نسخہ قرآن مجید کا موضوعاتی مطالعہ ہے جس میں قرآن مجید سے متعلق اہم عنوانات مثلاً اسماء قرآن ،حکمت نزول قرآن، شرک کی اقسام، قرآن مجید میں مختلف فرقوں کا بیان، بعثت انبیاء کی حکمت وغیرہ جیسے مباحث شامل ہیں۔ اسی طرح سورۃ یوسف کا مکمل ترجمہ اوراس کی مختصر تفسیر پشتو زبان میں لکھی ہے جس کا نام ”قصہ د یوسف علیہ السلام“ ہے۔ قرآن مجید کے بارے میں معلومات ایک کتاب بنام ”د قرآن مجید متعلق معلومات“ میں جمع کی گئیں ہیں جو ۱۲۱ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ بھی پشتو زبان میں ہے۔

فقہ

قاضی صاحب کی دلچسپی کا دوسرا میدان علم فقہ ہے۔ جس میں آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا جس کی چاشنی آپ کی تحریرات میں نظر آتی ہے۔ آپ نے فقہی مسائل واحکام پر مشتمل مختلف ناموں سے تین مفید قلمی نسخے مرتب کیے جن میں گنج الہادی، د موخ رسالہ ،احکام الصوم والاعتکاف شامل ہیں۔ اول الذکر کتاب ۱۳۴ صفحات پر مشتمل فقہی مسائل کا بہترین مجموعہ ہے جس میں عبادات، احوال شخصیہ اور حظر واباحت وغیرہ جیسے موضوعات کا احاطہ کیا گیا ہے۔ د موخ رسالہ نامی کتاب پشتو زبان میں نماز کا مکمل آسان اور عام فہم ترجمہ ہے۔ تیسری کتاب بنام احکام الصوم والصلاۃ جو طباعت سے آراستہ ہوئی ہے اور جس کی کل ۲۴ صفحات ہیں کے اندر روزہ، اعتکاف اور صدقہ فطر سے متعلق مسائل سوال وجواب کی صورت میں درج کیے گئے ہیں۔ سوالوں کا

جواب دیتے ہوئے قاضی صاحب عرف وعادت کے ساتھ ساتھ عمومی مصلحت کا لحاظ رکھتے ہیں۔ مثلاً ایک مسئلے کے جواب میں لکھا ہے:

"عوام الناس کو چاہیے کہ اس سال گندم کا بھی صاع کے حساب سے فطرانہ دے اس لیے کہ ان احادیث پر بھی عمل ہو جائے جسے ائمہ ثلاثہ نے پیش کیا ہے۔ جس کے پیش نظر گندم کا فطرانہ پورا صاع ہے۔"[17]

اس سوال کا جواب ایک خاص پس منظر میں دیا گیا ہے جب زلزلے جیسے قدرتی آفت سے لوگوں کے اموال املاک ہلاک ہو گئے تھے اور حالات اضطراری اور مجبوری کے تھے تو قاضی صاحبؒ نے ان حالات میں یہی فتویٰ دیا کہ مالدار لوگ صدقہ فطر میں نصف صاع کے بجائے پورا صاع گندم دے دیں تاکہ غریبوں کی ضرورت پوری ہو جائے۔

اسی طرح اعتکاف کے ایک مسئلے کا جواب اس طرح دیتے ہیں:

"معتکف کا جنازہ اور عیادت کے لیے نکلنا مفسد اعتکاف نہیں۔"[18]

قاضی صاحبؒ نے یہ مسئلہ فتاویٰ رشیدیہ کے حوالے سے ذکر کیا ہے جس میں آپ کا موقف عمومی نقطہ نظر سے ہٹ کر ہے۔

ادب

قاضی صاحبؒ کے ادبی رسائل بھی موجود ہیں جن میں عربی ادب کی مبادی کتاب مفید الطالبین کا آسان پشتو میں ترجمہ اور پوری نماز کی ترکیب شامل ہیں۔

خطبات ومضامین

قاضی صاحبؒ کو اللہ تعالیٰ نے خطابت کا پر تاثیر ملکہ عطا فرمایا تھا۔ ہر جمعہ دیا جانے والا خطبہ تحریر کیا جاتا جن میں تقاریر جمعہ شریف، فتح القرآن وحفظ المؤمنین اور خطبات ہادیہ یہ تینوں کتابیں آپؒ کے ہاتھوں سے مرتب شدہ ہیں۔ تقاریر جمعہ شریف ۱۸۱ صفحات پر مشتمل خطبات کا مجموعہ ہے جس میں مختلف سماجی، اخلاقی، اعتقادی اور علمی موضوعات پر خطبے موجود ہیں۔ دوسری کتاب قرآنی احکام پر مشتمل ہے جن کے صفحات کی تعداد ۲۲۱ ہے۔ خطابت ہادیہ بھی آپ کی تقاریر کا مجموعہ جو ۴۵ صفحات پر مشتمل ہے۔ آپ کے مضامین مختلف قومی اخبارات اور مجلات میں چھاپے گئے ہیں۔ مضامین زیادہ تر عصری مسائل اور خلفاء راشدین کی سیرت سے متعلق ہیں۔

شعروشاعری

قاضی صاحبؒ شعر وشاعری کا ذوق بھی رکھتے تھے۔ عربی بالخصوص فارسی کے ہزاروں اشعار ازبر تھے اور موقع محل پر جاذب لہجہ کے ساتھ ان کا استعمال کرتے تھے۔پشتوزبان میں اپنے شعر بھی کہتے تھے۔

تصنیفی منہج

قاضی صاحبؒ کی تصانیف کا کافی ذخیرہ مطبوعہ اور غیر مطبوعہ صورت میں موجود ہے جس سے ان کا تصنیفی منہج بآسانی معلوم کیا جاسکتا ہے۔ مختلف موضوعات میں ان کا انداز بیان مختلف ہے۔زبان میں ادبی رنگ کے ساتھ شستگی اور سلاست موجود ہے۔ کسی نکتے کی تفہیم کا انداز بہت سلیس اور ذہنی سطح کے مطابق ہوتا ہے ۔لہجے میں ادبی ظرافت بھی جابجا نمایاں نظر آتا ہے۔ مشکل مقامات کو آسان پیرائے میں حل کرنے کا بھرپور سلیقہ آتا ہے۔ قاضی صاحبؒ کا یہ طرہ ہے کہ اپنے استدلال میں وقار اور زبان کی شیرینی برقرار رکھتے ہیں اور خصم کو ایسے طریقے سے سمجھاتے ہیں جو تعنت اور غیر ضروری جرح سے خالی ہوتا ہے۔ آپ ایک مشفق مصلح معلوم ہوتے ہیں اور ہر ایسے نقطہ نظر کی حوصلہ شکنی کرتے ہین جس کی حیثیت ثانوی یا فروعی نوعیت کے ہوں۔ آپؒ گاہے گاہے پورے پورے اقتباس نقل کرتے ہیں۔زیادہ تر پشتوزبان میں بات کرتے تھے تاہم اردو، فارسی اور عربی بول چال پر بھی دسترس حاصل تھی۔ آپ کے تقریری مجموعے سے مترشح ہوتا ہے کہ آپ اپنا مافی الضمیر سادہ الفاظ میں اور عوام کی ذہنی استعداد کے مطابق پیش کرتے تھے۔۱۹۶۶ء سے لے کر عمر کے آخری ایام تک روزانہ درس قرآن کا معمول رہا جس میں علاقے کے عوام سمیت تعلیم یافتہ نوجوان طبقہ ،سکول کے اساتذہ اور مدارس کے طلبہ شریک ہوتے تھے۔ قاضی صاحبؒ اخبارات ورسائل کے ذریعے اپنی دعوت کو علاقے سے باہر پہنچانے کی کوشش کرتے تھے۔روزنامہ نوائے وقت میں" قرآن وحدیث کی روشنی میں مسائل کے حل" کے عنوان سے آپ لوگوں کے سوالوں کے تحریری جواب دیتے رہتے۔ جن کا تعلق طلاق۔ سیاست، معاشرت،اقتصاد وغیرہ سے ہوتا تھا۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ عصر حاضر کے مسائل کا ادراک کرکے ان کا حل جانتے تھے۔چوں کہ آپ سید حسین احمد مدنیؒ کے فکری منہج سے متاثر تھے اس لیے اپنی تقاریر میں بلاخوف ومداہنت دوٹوک بات کہنے کے قائل تھے۔ فلاحی معاشرے کے قیام اور نظم اجتماعی کے حوالے سے جو لائحہ عمل ان کے پاس تھا وہ جمہوری اور عوامی بہبود پر مبنی تھا۔ آپ نے اپنے اس پیغام کو ملک کے مقتدر طبقات تک بھی پہنچایا چنانچہ یہ بات ریکارڈ پر موجود ہے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے صدور جناب فاروق لغاری صاحب اور جناب محمد رفیق تارڑ صاحب سے اس حوالے سے ملاقاتیں ہوئی ہیں۔اسی طرح آپ ہر سال قومی سیرت کانفرنس اسلام آباد میں بطور مندوب شرکت کرتے تھے اور کئی مواقع پر بطور مہمان

مقرر شریک ہوئے ہیں۔ نجی اور سرکاری سطح کی مجالس میں شریک ہو کر علمی گفتگو کرنا آپ کا معمول رہا ہے۔[19]

سماجی خدمات

قاضی صاحب کی زندگی کا یہ پہلو بہت وسیع ہے جس میں گردوپیش کے علاوہ، صوبائی اور ملکی سطح پر اصلاحی خدمات کی طویل فہرست موجود ہے۔ آپ کی کوششوں سے علاقے کے اندر کئی تنازعات حل ہوئے اور دیرینہ خاندانی دشمنیاں ختم ہوئیں۔ آپ کے ہاں سماجی اصلاح کے لیے ایک باقاعدہ مشاورتی مجلس قائم تھی جس کے آپ سربراہ تھے۔ علاقے کے لیے صاف پانی کی ترسیل اور مقبرے کے لیے آراضی کا حصول جیسے اجتماعی کام اور فلاحی منصوبے آپ ہی کی کوششوں سے پورے ہوئے۔

امت مسلمہ کا اتحاد آپ کی زندگی نصب العین رہا اور اس کے قیام کے لیے ہر فورم پر آواز اٹھائی۔ آپ سنی کونسل پاکستان کے صوبائی سرپرست تھے۔ جس کی بنیاد علامہ انعام الحق ہزارویؒ داماد مولانا غلام غوث ہزارویؒ نے رکھی تھی۔ اس کونسل کی تشکیل کے اہداف میں پاکستان کے اندر اہل اسلام کے مابین اتحاد واتفاق کو قائم کر کے فرقہ واریت کے نام پر برپا خلیج کو کم کرنا تھا۔ قاضی صاحب اس پلیٹ فارم سے وقتاً فوقتاً اپنی مساعی بروئے کار لاتے رہے۔ علاقائی سطح پر آپ نے "سیدھا سادہ مسلمان" کے نام سے ایک تنظیم قائم کی جس کا مقصد فروعی مسائل پر بے جا لڑائی جھگڑوں سے ہٹ کر اسلام کے مبادی تعلیمات کی پیروی کرنا تھا۔ لیکن افسوس کہ یہی تنظیم اپنے مقاصد تک پہنچنے میں ناکام رہی۔ آپ سرکاری سطح پر ضلعی رویئت ہلال کمیٹی کے ممبر تھے اور چاند کی رویئت اور اعلان میں آپ کی مشاورت کو شامل کیا جاتا تھا۔[20]

قاضی صاحب کے افکار

قاضی صاحب کی خدمات کی طرح آپ کے افکار بھی قابل ذکر ہیں۔ جن کا پتہ آپ کی تصانیف اور رسائل سے لگتا ہے۔ قاضی صاحب کی شخصیت کا یہ پہلو متنوع ہے اور انتہائی گہرا ہے۔ آپ کے افکار کے چیدہ چیدہ نکات ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں۔

مسلم امت کا اتحاد

مسلم امہ کی اتحاد ویگانگت آپ کے افکار نظریات کا نچوڑ ہے۔ آپ امت کی وحدت کے علم بردار تھے۔ انہوں نے عمر بھر اس فکر کی نمائندگی کی۔ اپنی تحریرات میں مسلم امہ کو دعوت دی کہ وہ اسلام کے آفاقی درسِ اخوت کو سامنے رکھ کر ایک مٹھی کی طرح ہو جائیں۔ ۲۷ جون ۱۹۹۰ کو شائع اخبار روزنامہ جدت ڈیلی پشاور میں ان کا بیان ان الفاظ کے ساتھ آیا ہے:

"پانی کے حقیر قطرے جب متحد ہو جاتے ہیں تو وہ ندی اور سمندر کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ مٹی پتھر مل کر بڑے بڑے پہاڑ بن جاتے ہیں۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ جب اتحاد اور باہم وابستگی اور وحدت مسلمانوں میں موجود تھی تو پوری دنیا اسلام کے زیر نگین تھی۔ لیکن جب فرقہ پرستی، گروہ پرستی، لاحاصل فسادات نے اتحاد کی جگہ لے لی تو مسلمانوں کی حاکمیت روبہ انحطاط چلی گئی۔"[21]

ایک اور موقع پر فرمایا:

"کسی کو اختلاف کی وجہ سے ناحق کہنا یا دائرہ اسلام سے خارج قرار دینا کسی طرح درست نہیں۔"[22]

اس مختصر جملے میں آپ نے امت کے ایک سلگتے مسئلہ کی طرف توجہ دلوائی ہے جو تکفیر یعنی ایک دوسرے کو کافر کہنا ہے۔ آپ کے مطابق اختلاف کو اختلاف کے درجے میں رکھنا چاہیے۔ خاص کر فروعی اختلافات کہ اس میں ایک کی رائے دوسرے سے مختلف ہو سکتی ہے۔ چنانچہ ان فروعات کو آڑ بنا کر کسی کو سرے سے تسلیم نہ کرنا یا اس کو اسلام کے دائرے سے نکالنا منصفانہ موقف نہیں۔

روزنامہ الاخبار اسلام آباد میں آپ کا بیان آیا جس میں انہوں نے اپنے موقف کا اظہار اس طرح کیا:

"اختلاف رحمت ہے لیکن مخالفت اور دشمنی زحمت ہے۔"[23]

قاضی صاحبؒ رائے کے اختلاف کے قائل ہیں اور اس کو مضر نہیں کہتے تاہم جو اختلاف رائے سے بڑھ کر مخالفت اور دشمنی کی صورت اختیار کر لے اسے بے حد ناپسند اور عوام کے لیے ضرر رساں قرار دیتے ہیں۔ اس حوالے سے آپ نے فرمایا:

"علماء کرام کو علمی مباحث اور اختلافات اپنے آپ تک محدود رکھنے چاہئیں اور عوام کو سیدھی بات کہنی چاہیے۔"[24]

دور حاضر میں قاضی صاحبؒ کا یہ مشورہ کتنی وقعت کا حامل ہے، وہ سوچنے سے تعلق رکھتا ہے۔ اس مشورہ پر عمل کرنے سے علمی اور عوامی حلقوں میں پائے جانے والی خلیج کو بڑی حد تک کم کیا جا سکتا ہے۔ امت کے اندر کشیدگی کا سبب بھی یہی ہے کہ علمی اختلافات کو عوامی حلقوں تک پھیلایا گیا ہے جس سے بے اعتمادی، باہمی رنجش اور آپس کی عدم مطابقت کے رجحانات کو تقویت ملی ہے۔ جس کا واحد حل یہ ہے کہ اختلافات کو علماء اپنے آپ تک محدود رکھیں اور جو بات عوام کے اجتماعی مفاد میں ہو اسے اچھے طریقے سے پہنچانے کا فریضہ انجام دیں۔

قاضی صاحب نے اس بات کو بھی گوش گذار کروایا کہ علماء خواہ ان کا تعلق کسی بھی مسلک سے ہو احترام کے لائق ہیں۔ ایک موقع پر فرمایا:"سارے مکتب فکر کے علماء واجب الاحترام ہیں۔"[25]

اپنے اس نقطہ نظر کو دوسرے الفاظ میں اس طرح بیان کیا:

"سارے علماء سب کا مشترکہ سرمایہ ہے ان کی حفاظت اور احترام ہم پر لازم ہے۔"[26]

ملکی اور معاشرتی تعمیر وترقی

اتحاد امت کے بعد قاضی صاحبؒ کی فکر کا دوسرا ترجیحی پہلو ملکی اور سلامتی اور معاشرتی تعمیر وترقی رہا ہے۔ انہوں نے اپنے بیانات میں یہ دعوت دی ہے کہ ملی اور قومی مفادات کو ذاتی اغراض پر ترجیح دینی چاہیے ۔روزنامہ مرکز اسلام آباد ۲۰ اپریل ۱۹۹۹ میں آپ کا بیان اس طرح چھپا ہے:

"وطن عزیز کے عظیم تر مفاد کی خاطر تمام اختلافات کو ختم کر کے متحد ہو جائیں۔"[27]

خلاصہ بحث

اس بحث سے مستفاد ہوتا ہے کہ قاضی عبدالہادی رستمیؒ اپنے وقت کی ایک ایسی شخصیت ہو گذرے ہیں جس کی ساری زندگی دین متین کی نشرواشاعت اور مخلوق خدا کی خیر خواہی، اصلاح اور رشد وہدایت میں گذری ہے۔ آپ کی زندگی کا نمایاں پہلو امت مسلمہ کی ترقی اور ان کے اتحاد کے لیے کوششیں بروئے کار لانا ہے۔ قاضی صاحب کے بیان وقلم کا محور امت کی وحدت اور فرقہ پرستی کے رجحانات کا خاتمہ رہا ہے۔ آپ کی اس طرز فکر کو عملی شکل دینے کی عصر حاضر میں بہت ضرورت ہے جب کہ امت گروہی، نسلی، مسلکی اور لسانی بنیادوں پر تقسیم کی زد میں ہے۔ آپ کی تصانیف کا سلسلہ بہت وسیع ہے جس میں قاضی صاحبؒ نے ہر فن پر اپنی خامہ فرسائی کی ہے اور قیمتی علمی جواہر پارے چھوڑے ہیں۔ چوں کہ یہ گراں قدر علمی کام ہنوز تشنۂ تحقیق ہے اور ابھی تک غیر مطبوعہ قلمی نسخوں کی شکل میں ہے جنہیں یکجا کر کے طباعت سے آراستہ کرنا ضروری ہے ۔اسی طرح قاضی صاحبؒ کی خدمات وافکار اور آپ کی تصانیف پر اعلیٰ تحقیقی کام کے امکانات موجود ہیں۔

حواشی

---

[1] سورۃ علق ۹۶: ۱تا۵

[2] سورۃ الزمر ۳۹: ۰۶

[3] امام بیہقی، سنن الکبریٰ، کتاب الشہادات ۱۰: ۲۲۳ حدیث: ۲۰۷۸۲

[4] قاضی عبدالہادی رستمی، سوانحی خاکہ صفحہ ۳ (غیر مطبوعہ)

[5] ایضًا

[6] سوانحی خاکہ صفحہ ۴

[7] ایضًا

[8] سوانحی خاکہ صفحہ ۵

[9] ایضًا

[10] قاضی عبدالہادی رستمی، گنج الہادی مقدمہ صفحہ ۲(غیر مطبوعہ)

[11] سوانحی خاکہ صفحہ ۵

[12] ایضًا

[13] انٹرویو مع قاضی فتح الباری فرزند قاضی صاحبؒ

[14] ایضًا

[15] ڈاکٹر احمد جان الازہری، یادرفتگان مضمون مطبوعہ روزنامہ نوائے وقت ۲۴ اسلام آباد، دسمبر ۲۰۱۶ء

[16] ایضًا

[17] قاضی عبدالہادی رستمی، احکام الصوم والصلاۃ صفحہ ۲۳

[18] ایضًا

[19] انٹرویو از قاضی فتح الباری

[20] ایضًا

[21] روزنامہ جدت پشاور ۲۷ جون ۱۹۹۰

[22] روزنامہ نوائے وقت اسلام آباد ۱۳ اپریل ۱۹۹۵ء

[23] روزنامہ الاخبار اسلام آباد صفحہ ۴ جون ۱۹۹۵ء

[24] روزنامہ نوائے وقت اسلام آباد صفحہ ۱۸ ستمبر ۱۹۹۵ء

[25] روزنامہ جدت پشاور ۱۵ اکتوبر ۱۹۹۳

[26] روزنامہ مشرق پشاور ۱۰ جنوری ۱۹۹۰

[27] روزنامہ مرکز اسلام آباد ۲۰ اپریل ۱۹۹۹